سیر و سوانح

محمد وسیم اختر مفتی

مہاجرین حبشہ

(۱۸)

[''سیر و سوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ

نام و نسب

حضرت شماس (عثمان) بن عثمان ۵۹۲ء میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق قریش کی شاخ بنو مخزوم سے تھا، بانی قبیلہ مخزوم بن یقظہ ان کے پانچویں جد تھے۔ دادا کا نام شرید بن سوید تھا۔ حضرت شماس کے سکڑ دادا ہرمی بن عامر مکہ میں لوگوں کو شہد پلایا کرتے تھے، اس نسبت سے انھیں 'ابن ساقي العسل' کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت ربیعہ بھی بنو مخزوم سے تھیں۔ مکہ کے مشہور سردار ربیعہ بن عبد شمس ان کے نانا اور عبد مناف بن قصی سکڑ نانا تھے۔ متمردین قریش عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ ان کے ماموں تھے۔ حضرت شماس کی کنیت ابوالمقدام تھی۔

خد و خال

حضرت شماس نہایت خوب صورت تھے، ان کا اصلی نام عثمان تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں ایک مرتبہ ایک شماس مکہ آیا، جو نہایت حسین و جمیل تھا۔ 'شماس' سریانی میں خادم کلیسا (deacon) کو کہتے ہیں، قسیس (priest)

اس سے ایک مرتبہ اوپر، اسقف (bishop) دو مرتبے، مطران (archbishop) تین مرتبے اور بطرک (patriarch) چار مرتبے اوپر ہوتا ہے۔ مکہ کے لوگوں نے اسے دیکھا تو اس کی خوب صورتی پہ عش عش کر اٹھے۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا: ٹھیرو، میں تمھیں اس سے بھی زیادہ خوب صورت نوجوان دکھاتا ہوں۔ وہ اپنی بہن صفیہ کے گھر گیا اور اپنے بھانجے کو لے آیا۔ لوگوں نے دیکھا تو کہا: واقعی یہ نوجوان اس عیسائی شماس سے کہیں زیادہ خوب رو اور حسین و جمیل ہے۔ چنانچہ مکہ کے لوگ اس دن سے اصل نام عثمان مخزومی بھول گئے اور انھیں شماس بن عثمان مخزومی کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ ابن سعد کہتے ہیں: چہرے کی تابانی کی وجہ سے ان کو شماس کا لقب ملا، اہل لغت اس معنی کی تائید نہیں کرتے۔

قبول اسلام

مکہ کے خوب صورت نوجوان شماس ظاہری حسن کے ساتھ سلیم الطبع بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو نور ایمان سے منور ہونے والے ابتدائی اصحاب میں حضرت شماس بھی شامل تھے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت ربیعہ نے بھی دعوت توحید کو جلد قبول کر لیا۔ حضرت شماس کے ماموں عتبہ اور شیبہ دنیاوی امور میں سمجھ دار تھے، مگر شقاوت قلبی کی وجہ سے قبول ہدایت سے محروم رہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہجرت حبشہ

ابتدائی دور میں مسلمان مغلوب تھے، نو واردان اسلام کو خوب ستایا گیا، حتیٰ کہ وہ اپنی جان اور دین و ایمان بچانے کے لیے مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ پر حضرت شماس بھی اپنی اہلیہ حضرت ام حبیب بنت سعید کے ہم راہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے دوسرے قافلے میں شامل ہو گئے۔ تراسی اصحاب اور اٹھارہ صحابیات پر مشتمل یہ قافلہ حضرت جعفر بن ابوطالب کی قیادت میں حبشہ گیا۔ ان کے ہم قبیلہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ان کی اہلیہ حضرت ام سلمہ رجب ۵/ نبوی میں پہلے قافلۂ ہجرت کے ساتھ حبشہ روانہ ہو چکے تھے، جب کہ بنو مخزوم کے حضرت سلمہ بن ہشام، حضرت عیاش بن ابوربیعہ، حضرت ہبار بن سفیان، حضرت عبداللہ بن سفیان اور بنو مخزوم کے حلیف حضرت معتب بن عوف ہجرت ثانیہ (شوال ۵/ نبوی) میں ان کے ہم سفر تھے۔

حبشہ سے واپسی

سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ حضرت شماس بن عثمان ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے، لیکن یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ وہ ان تینتیس اصحاب میں شامل تھے جو مشرکین کے قبول اسلام کی جھوٹی خبر سن کر مکہ واپس آ گئے۔ ہجرت ثانیہ تو اس کے بعد ہوئی، جب اہل مکہ نے مکہ رجوع کرنے والے صحابہ کو پھر سے ظلم و ستم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ ممکن ہے کہ حضرت شماس ہجرت ثانیہ کرنے کے کچھ ماہ بعد مکہ لوٹ آئے ہوں اور انھیں اس فہرست میں شمار کر لیا گیا ہو جو ابن ہشام نے ابن اسحٰق کے توسط سے بیان کی ہے۔ کل تینتیس صحابہ اور آٹھ صحابیات نے مکہ میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔ ان میں سے دو نے مکہ میں وفات پائی، سات کو مشرکین نے قید کر لیا اور چوبیس کو ہجرت مدینہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

سوے مدینہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اہل مکہ کی اسلام سے بڑھتی ہوئی نفرت کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال ۱۰ / نبوی (۶۱۹ء) میں طائف کا سفر کیا۔ وہاں کے کسی سرکردہ سردار نے آپ کی نصرت کرنے کی ہامی نہیں بھری، بلکہ الٹا شہر کے اوباشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ اگلے تین برس آپ ایام حج میں مکہ آنے والے قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ آپ کی کاوشوں سے بیعت عقبۂ اولیٰ میں بارہ اور ثانیہ میں پچھتر انصار نے آپ کے دست مبارک پر بیعت نصرت کر لی۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: اللہ نے تمھارے بھائی بند بنا دیے ہیں اور ایسا شہر دے دیا ہے جہاں تم اطمینان سے رہ سکتے ہو۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر اور پھر حضرت عمرو بن ام مکتوم شہر ہجرت پہنچے، ان کے بعد حضرت بلال، حضرت سعد اور حضرت عمار بن یاسر نے شرف ہجرت حاصل کیا۔ پھر حضرت عمر بیس صحابہ کے جلو میں وارد ہوئے (بخاری، رقم ۳۹۲۵۔ احمد، رقم ۱۸۵۶۸۔ مستدرک حاکم، رقم ۴۲۵۴)۔

حضرت شماس بن عثمان بھی مدینہ کی طرف اپنے دوسرے سفر ہجرت پر روانہ ہوئے۔ ان کا قیام بنو عمرو بن عوف کے حضرت مبشر بن عبد المنذر کے ہاں ہوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں مواخات قائم فرمائی تو حضرت حنظلہ بن ابو عامر الراہب کو ان کا انصاری بھائی قرار دیا۔

حضرت شماس اپنے آخری وقت تک حضرت مبشر کے ہاں مقیم رہے۔

غزوۂ بدر

حضرت شماس غزوۂ بدر میں جاں بازی سے لڑے۔ ان کا ماموں عتبہ بن ربیعہ مشرکین کی طرف سے لڑتا ہوا واصل جہنم ہوا۔

غزوۂ احد

۷/ شوال ۳ھ (۲۳ مارچ ۶۲۵ء): غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی شان دار فتح کے بعد قریش مکہ اور یہود کو اندازہ ہو گیا کہ مسلمان اب معمولی قوت نہیں رہے۔ چنانچہ مکہ کے دار الندوہ میں عبد اللہ بن ابو ربیعہ، عکرمہ بن ابو جہل، صفوان بن امیہ اور ابو سفیان جمع ہوئے اور اپنے آبا کی ہلاکت کا بدلہ لینے کے لیے اور بند ہو جانے والے تجارتی راستوں کو کھلوانے کے لیے ریاست مدینہ سے جنگ کرنے پر مشاورت کی۔ یہودی کعب الاشرف اور مدینہ کے منافقین نے بھی شکست خوردگان کی آتش انتقام کو بھڑکایا۔ قریش کے نئے سردار ابو سفیان نے جنگ بدر کا باعث بننے والے اپنے تجارتی قافلے کا تمام منافع نئی جنگ کی تیاریوں کے لیے وقف کر دیا۔ تین ہزار سے زائد سپاہی آمادہ بہ جنگ ہوئے، جن میں سے سات سو زرہ پوش تھے، دو سو گھوڑے اور تین سو اونٹ بھی مہیا کیے گئے۔ اشعار پڑھ کر مشرکین کو جوش دلانے کے لیے پندرہ عورتیں ساتھ چلیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں موجود آپ کے چچا عباس نے مشرکین کی تیاریوں سے آگاہ کیا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بدھ ۵/ شوال کو مشرک فوج احد کے قریب عریض کے مقام پر پہنچی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں رہ کر دفاع کرنا چاہتے تھے، اکابر مہاجرین وانصار کا بھی یہی مشورہ تھا، لیکن جوشیلے نوجوان شہر سے باہر لڑنا چاہتے تھے۔ حضرت حمزہ نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ نماز جمعہ کے بعد آپ زرہ پہن کر جانے کے لیے تیار ہوئے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو غلطی کا احساس ہوا، لیکن آپ نے فرمایا: نبی اسلحہ پہن لیں تو قتال کیے بغیر نہیں اتارتے۔ آخر کار، آپ کل ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ سے نکلے، جس میں محض دو گھڑ سوار تھے اور صرف سو مسلمانوں کے پاس زرہیں تھیں۔ راستے میں پڑنے والے شوط نامی ایک باغ پر پہنچے تو عبد اللہ بن ابی یہ کہہ کر کہ ہمارا مدینہ میں رہ کر لڑنے کا مشورہ نہیں مانا گیا، اپنے تین سو منافق ساتھیوں کو لے کر واپس ہو گیا۔ اس موقع پر اوس کی شاخ بنو حارثہ اور خزرج کے گوت بنو سلمہ کے قدم بھی لڑکھڑانے کو تھے کہ اللہ کی طرف سے ان کے دلوں کو سہارا دیا گیا:

اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا. (آل عمران ۳: ۱۲۲)	”یاد کرو جب تم اہل ایمان کے دو قبائل حوصلہ ہارنے کو تھے، حالاں کہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا۔“

احد کے دامن میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ احد کی طرف پشت کر کے صف آرا ہوئے اور حضرت عبداللہ بن جبیر کی قیادت میں ایک تیر انداز دستہ احد کے بائیں جانب کوہ عینین پر تعینات کر کے تاکید فرمائی کہ کسی صورت میں اپنا مورچہ نہ چھوڑنا (بخاری، رقم ۴۰۴۳)۔

فتح و شکست

جنگ کا آغاز مشرکین کی طرف سے ہوا، جب طلحہ بن ابی طلحہ نے نمودار ہو کر دعوت مبارزت دی، حضرت زبیر بن عوام (حضرت علی: ابن سعد) نکلے، اسے اپنی گرفت میں لے کر تلوار سے ذبح کر دیا۔ اس ابتدائی کامیابی سے مسرور ہو کر مسلمانوں نے تکبیر کا نعرہ لگایا اور مشرکین پر ٹوٹ پڑے۔ یکے بعد دیگرے مشرکین کے بارہ (یا نو) علم بردار، حضرت حمزہ، حضرت سعد، حضرت مسافع، حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ جنگ کا بازار گرم ہوا تو حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت ابودجانہ دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور خوب قتال کیا۔ حضرت ابودجانہ انصاری کی تلوار کی زد میں جو بھی آیا، مارا گیا، سوائے ہند بن عتبہ کے، جب اس کا سر سامنے آیا تو انھوں نے عورت ہونے کی وجہ سے تلوار کھینچ لی۔ مکہ کے سردار جبیر بن مطعم نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو قتل کرنے کی صورت میں اپنے حبشی غلام وحشی بن حرب سے آزادی کا وعدہ کیا تھا۔ وہ ایک چٹان کی اوٹ میں بیٹھ گیا اور تاک کر لڑائی میں منہمک حضرت حمزہ کو بھالا مارا جو ان کے پیڑو سے گزرتا ہوا پشت سے نکل گیا اور جان لیوا ثابت ہوا۔ دوپہر کے وقت مشرک پسپا ہو کر فرار ہوئے تو مسلمان سمجھے کہ وہ جنگ جیت گئے ہیں۔ درۂ عینین پر متعین اصحاب نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت فراموش کر دی اور درہ چھوڑ کر میدان میں اتر کر مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ صرف دس افراد درہ پر موجود تھے کہ مشرکوں کی فوج میں شامل خالد بن ولید ایک میل کا چکر کاٹ کر پہاڑ کے پیچھے پہنچ گئے۔ ان اصحاب کو شہید کیا اور پہاڑ سے اتر کر جیش اسلامی پر پشت سے حملہ کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کے دستے کو آتے دیکھا تو صحابہ کو بلند آواز سے پکارا، لیکن وہ خالد کے اچانک حملے سے بکھر چکے تھے۔ کئی جام شہادت نوش کر چکے تھے اور بے شمار زخمی ہو چکے تھے۔ موقع پا کر مشرکین آپ کی طرف لپکے اور آپ کے شبہ میں حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا۔ آپ کی شہادت کی افواہ پھیلی تو کچھ صحابہ نے ہمت ہار دی اور میدان جنگ سے فرار ہو گئے، کچھ قریبی پہاڑی جلعب پر چڑھ گئے۔ حضرت انس یہ کہہ کر کہ حضور کے بعد کیا جینا، اٹھے اور مشرکوں

www.javedahmadghamidi.com
al-mawrid.org

سے بھڑ کر شہید ہو گئے۔ کچھ اصحاب آپ کے ساتھ رہے اور آپ کی بھرپور حفاظت کی۔

دفاع رسول

جنگ کی ابتدا میں مسلمان پسپا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے علاوہ کوئی نہ رہا (بخاری، رقم ۳۷۲۲۔ مسلم، رقم ۶۳۲۱)۔ ایک مرحلے میں سات انصاری اور دو مہاجر صحابہ نے آپ کو حصار میں لے رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: جو ان مشرکوں سے ہمارا دفاع کرے گا، جنت میں میرا رفیق بنے گا۔ ایک انصاری آگے بڑھ کر لڑا اور شہید ہو گیا۔ کفار اور بڑھے تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا۔ دوسرا انصاری بڑھا اور شہادت پائی۔ باری باری ساتوں انصاریوں نے جام شہادت نوش کیا (مسلم، رقم ۴۶۶۴۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۷۹۱۸)۔ حضرت زیاد بن سکن (یا حضرت عمارہ بن زیاد) آخری انصاری تھے جنھوں نے آپ کے قدموں میں جان دی (التاریخ الکبیر، بخاری، رقم ۱۴۶ ۳۔ دلائل النبوۃ، بیہقی، رقم ۳/ ۲۳۴)۔ اس اثنا میں عتبہ بن ابی وقاص نے گوپھن سے پتھر مار کر آپ کا سامنے کا نچلا دانت شہید کر دیا، آپ کا ہونٹ بھی پھٹ گیا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ کے سامنے کے دو دانت شہید ہوئے۔ عبد اللہ بن شہاب زہری نے پیشانی مبارک پر ضرب لگائی۔ عبد اللہ بن قمیئہ (قمئہ) حارثی نے آپ کے کندھے پر زور سے تلوار ماری، زرہ کی وجہ سے زخم نہ آیا، پھر اس نے آپ کے ناک اور رخسار کو شدید زخمی کر دیا۔ مالک بن زہیر نے آپ کو تیر کا نشانہ بنایا تو حضرت طلحہ نے اپنا ہاتھ آگے کر کے آپ کے چہرۂ مبارک کو بچایا (مستدرک حاکم، رقم ۵۵۸۶)۔ تیر لگنے سے حضرت طلحہ کی چھنگلیا اور انگشت شہادت مفلوج ہو گئیں (بخاری، رقم ۴۰۶۳۔ ابن ماجہ، رقم ۱۲۸)۔ ایک تیر آپ کے خود پر لگا اور اس کی جھلم کے کڑے رخسار مبارک میں دھنس گئے، جو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اپنے دانتوں سے نکالے۔ اس کوشش میں ان کے اپنے دانت ٹوٹ گئے (مستدرک حاکم، رقم ۵۱۶۰)۔ آخر میں آپ ان گڑھوں میں سے ایک میں گر گئے جو ایک بدبخت مشرک ابو عامر نے میدان جنگ میں حریف مسلمانوں کے لیے کھود رکھے تھے۔ حضرت علی نے آپ کا ہاتھ تھاما اور حضرت طلحہ نے کھینچ کر باہر نکالا۔ حضرت مالک بن سنان نے آپ کے چہرۂ مبارک سے خون چوس کر نگل لیا۔

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک پر افواہ کا جھوٹ کھلا۔ انھوں نے خود کے اندر سے آپ کی آنکھوں کو پہچانا تو آوازیں دینے لگے: اہل اسلام، خوش خبری ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں۔ آپ بھی بلند آواز سے پکارے: اللہ کے بندو، میری طرف آؤ، اللہ کے بندو، میری طرف آؤ۔ حضرت طلحہ آپ کی طرف لپکنے

والوں میں آگے آگے تھے، حضرت ابو بکر، حضرت علی، حضرت عمر، حضرت زبیر، حضرت حارث بن صمہ، کل تیس صحابہ آپ کی طرف بھاگے۔ صحابہ جمع ہوئے تو آپ حضرت طلحہ کی پشت پر پاؤں رکھ کر ایک چٹان پر چڑھ گئے اور فرمایا: اپنے ساتھی طلحہ کو سنبھالو، ان کا خون بہ رہا ہے۔ طلحہ پر جنت واجب ہو چکی (ترمذی، رقم ۱۶۹۲۔ مستدرک حاکم، رقم ۵۶۰۲)۔ کچھ وقفے کے بعد دیگر اصحاب رسول بھی میدان میں واپس آنا شروع ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر تشریف فرما تھے کہ ابو سفیان اور خالد بن ولید کی قیادت میں مشرکین نے آخری حملہ کیا۔ وہ چٹان پر چڑھنے کو تھے کہ حضرت عمر اور کچھ مہاجرین نے ان کا حملہ روکا، حضرت سعد نے تیر اندازی کر کے تین کافروں کو جہنم رسید کیا۔ تاہم اہل مکہ نے یہ یقین کر کے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے ہیں، واپسی کی راہ پکڑی۔ اس اثنا میں ابو سفیان کی بیوی ہند اور کچھ مشرکین نے مسلمان شہداء کے ناک اور کان کاٹے۔ ہند نے اپنے باپ عتبہ بن ربیعہ کا انتقام لینے کے لیے حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر چبایا اور پھر اگل دیا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت شماس کی جان نثاری

احد کے میدان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے حضرت شماس نے جس شجاعت اور جان نثاری کا مظاہرہ کیا، اس کا بیان سیر صحابہ کے مرتبین ابن عبد البر، ابن اثیر اور ابن حجر کے علاوہ ابن سعد نے کیا ہے۔ ابن جوزی نے حضرت شماس کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے ''طبقات'' کی عبارت نقل کی۔ ابن ہشام اور ابن کثیر نے حضرت شماس کو شہداے احد میں شمار کیا، لیکن اپنے پیارے رسول کی زندگی بچاتے ہوئے اپنی جان نچھاور کرنے کی تفصیل نہیں بتائی۔ طبری نے ان کی شہادت کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ ابن ہشام اور ابن کثیر نے محض ان کے مرثیہ میں کہے گئے اشعار نقل کیے۔ معلوم نہیں، حضرت شماس بن عثمان کا اہم رول ان مؤرخین کی نظر سے اوجھل کیوں رہا۔

غزوۂ احد کے وقت حضرت شماس چونتیس برس کے بھرپور نوجوان تھے، انھیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت تھی۔ اس جنگ میں وہ آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ احد کے میدان میں جب بھگدڑ مچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے والے صحابہ میں حضرت شماس بن عثمان بھی شامل تھے، انھوں نے دھیان آپ ہی کی طرف رکھا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے احد کے دن شماس کو اپنے لیے ایک ڈھال کی طرح دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دائیں بائیں، جس طرف رُخ مبارک پھیرتے،

حضرت شماس کو اپنے سامنے پاتے۔ انھوں نے تلوار سے، پھر اپنے جسم سے آپ کا پروانہ وار دفاع کیا، نہایت چاق و چوبندی سے، بھاگ بھاگ کر دشمن کا مقابلہ کیا، جب دشمن بھاگ جاتا تو وہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کھڑے ہو جاتے۔ بلاشبہ، یہ نہایت مشکل وقت تھا۔ ابی بن خلف نے حضرت شماس پر کاری زخم لگائے۔ زخموں سے نڈھال ہو کر وہ زمین پر گر گئے اور خون کثرت سے بہنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ بہت سارے دیگر شہدا کی طرح ان کو بھی شہید سمجھ لیا گیا۔ شام کے وقت دشمن نے اپنی جنگ ادھوری چھوڑ کر مکہ کی راہ لی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ نے دیکھا کہ حضرت شماس بے ہوش ہیں، لیکن ان کی سانس چل رہی ہے۔ آپ کے حکم پر انھیں فوری طور پر مدینہ میں ام المومنین حضرت عائشہ کے گھر منتقل کیا گیا۔ تب حضرت شماس کی چچازاد بہن حضرت ام سلمہ، جو اُس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں نہ آئی تھیں، حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور کہا: شماس میرے چچازاد ہیں، میں انھیں اپنے گھر لے جانے کے لیے آئی ہوں۔ حضرت ام سلمہ نے علاج معالجہ اور تیمارداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ حضرت شماس مسلسل بے ہوش رہے، کچھ کھایا نہ پیا۔ ایک دن اور رات گزارنے کے بعد انھوں نے جام شہادت نوش کیا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ واقدی کا کہنا ہے کہ شہداے احد میں وہ اکیلے تھے، جنھیں بقیع الغرقد کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ شماس کی میت کو احد کے میدان میں لے جایا جائے، چنانچہ ان کو اسی خونی پیراہن میں نماز جنازہ پڑھائے بغیر احد کے گورستان شہیداں میں دفن کر دیا گیا (ابن سعد، ابن عبدالبر، ابن اثیر)۔

جنگ احد کے مقتولین

جنگ احد میں سینتیس مشرک مارے گئے۔ ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق بائیس مشرکین جہنم رسید ہوئے، ان میں سے بارہ کو حضرت علی نے انجام تک پہنچایا۔ اسلامی فوج کو زیادہ نقصانات اٹھانا پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا، آپ کے دندان شہید ہوئے۔ ستر صحابہ نے جام شہادت نوش کیا، جن میں حضرت حمزہ اور حضرت شماس شامل تھے۔ حضرت حمزہ کا مثلہ کیا گیا۔

شہداے احد کی نماز جنازہ

ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات تکبیریں کہہ کر سب سے پہلے حضرت حمزہ کی، پھر

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

باقی شہدا کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ ہر بار حضرت حمزہ کی میت ساتھ رکھ لیتے (مستدرک حاکم، رقم ۲۵۵۷)۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک کی روایات کے مطابق آپ نے شہدا کو غسل دیا نہ نماز جنازہ ادا کی (ابوداؤد، رقم ۳۱۳۵۔ ترمذی، رقم ۱۰۳۶۔ نسائی، رقم ۱۹۵۷۔ احمد، رقم ۱۴۱۸۹۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۳۵۲)۔ تیسری روایت ہے کہ صرف حضرت حمزہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، دوسرے شہدا کا جنازہ نہ پڑھا گیا (ابوداؤد، رقم ۳۱۳۷)۔ چوتھی روایت حضرت عقبہ بن عامر کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے آٹھ سال بعد شہداے احد کی نمازہ جنازہ پڑھی (بخاری، رقم ۴۰۴۲)۔ شوافع کا مسلک ہے کہ شہید کا غسل ہوتا ہے، نہ جنازہ۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: ان روایات کو جن میں شہداے احد کا جنازہ ادا کرنے کا ذکر ہے، ترجیح دی جائے گی، چاہے ضعیف ہوں، اس لیے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

احد کی ہزیمت سے ملنے والے سبق

صحابۂ کرام کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت تھی کہ آپ کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔

ابن قیم کہتے ہیں: غزوۂ احد کی سرگذشت میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کر کے مسلمان کبھی اپنے دشمن پر فتح نہیں پا سکتے۔

پیغمبروں کی سنت ہے کہ پہلے وہ ابتلا میں ڈالے جاتے ہیں اور انجام کار کامیابی انھی کو ملتی ہے۔ اگر ہمیشہ کامیابی حاصل ہوتی تو اہل ایمان کی صفوں میں ایمان سے محروم بھی گھس آتے اور صادق و کاذب میں تمیز نہ ہو سکتی۔ اگر ہمیشہ شکست سے دوچار ہوتے تو ان کی بعثت کا مقصد پورا نہ ہو سکتا۔ غزوۂ احد میں منافقین کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا، چنانچہ مسلمان ان سے نمٹنے کے لیے مستعد اور محتاط ہو گئے۔ جب اہل ایمان ابتلا سے دوچار ہوئے تو انھوں نے صبر سے کام لیا، البتہ منافقین میں آہ وزاری شروع ہو گئی۔

ابتلا و آزمایش سے گزرنے کے بعد اہل ایمان کو جنت کے اعلیٰ درجات تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔

اہل ایمان نے اللہ کی راہ میں جان دے کر شہادت کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لیا۔

شہداے احد کو سلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال احد کے میدان میں شہدا کی قبروں پر تشریف لاتے اور ان کو سلام فرماتے: 'السلام علیکم بما صبرتم، فنعم عقبی الدار' (تمھارے صبر کرنے کے انعام

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

میں تم پر سلامتی ہو، کیا ہی خوب ہے دار آخرت کا صلہ)۔ خلفاے راشدین میں سے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان کا یہی معمول رہا۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ اور دوسرے صحابہ بھی شہدا کی قبروں پر حاضری دیتے رہے (دلائل النبوۃ ۳/ ۳۰۶-۳۰۹)۔ زائرین مدینہ اب بھی شہداے احد کو سلام کرنے ضرور آتے ہیں۔

حضرت شماس کا مرثیہ

حضرت شماس کی اہلیہ حضرت نُعم بنت حسان (یا حضرت ام حبیب بنت سعید) نے یہ اشعار کہے:

أقول لما اتى الناعي له جزعًا

اودى الجواد و اودى المطعم الكاسى

''شماس کی شہادت کی خبر دینے والا آیا تو میں نے مضطرب ہو کر کہا: دریا دل رخصت ہو گیا، کھلانے پلانے اور کپڑا لتا دینے والا جاتا رہا۔''

وقلت لما خلت منه مجالسه

لا يبعد الله عنا قرب شماس

''شماس کی مجلسیں اس کے بغیر سونی ہو گئیں تو میں نے دعا کی: اللہ ہمارے دلوں سے شماس کی قربت دور نہ کرنا۔''

ان اشعار کے جواب میں حضرت ام حبیب کے بھائی حضرت ابو الحکم بن سعید نے اپنی بہن سے اس طرح تعزیت کی:

اقني حياءك في ستر و في كرم

فإنما كان شماس من الناس

''پردہ پوشی اور اعلیٰ ظرف سے اپنی حیا کو برقرار رکھو، شماس بھی ایک انسان تھا۔''

قد ذاق حمزة ليث الله فاصطبري

كأسًا رواء ككأس المرء شمّاس

''حمزہ، شیر خدا نے بھی مرد خدا، شماس کی طرح موت کا جام سیر ہو کر پی لیا تو تُو صبر کر لے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت شماس کی مشرکہ بیوی

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے لیڈر سہیل بن عمرو کے کہنے پر اس شرط کا اضافہ کیا گیا کہ اگر مکہ سے کوئی شخص، کافر ہو یا مسلمان، مدینہ چلا گیا تو مسلمان اسے مکہ واپس بھیج دیں گے۔ اس کے برعکس مدینہ سے کوئی مسلمان اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مکہ چلا گیا تو مشرکین اسے لوٹانے کے پابند نہ ہوں گے (مسلم، رقم ۴۶۵۵۔ احمد، رقم ۱۳۸۲۷۔ صحیح ابن حبان، رقم ۴۸۷۰)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب ابھی حدیبیہ میں تشریف فرما تھے کہ معاہدہ لکھوانے والے سہیل کے مسلمان بیٹے حضرت ابوجندل بیڑیوں میں جکڑے گھسٹتے ہوئے پہنچ گئے۔ سہیل نے اپنے بیٹے کو تھپڑ مار کر کہا: یہ پہلا فرد ہے جسے لوٹانے کی شرط میں نے منوائی ہے۔ ناچار انھیں لوٹایا گیا تو ایک مشرک صیفی بن راہب (یا مسافر مخزومی) کی مسلمان زوجہ حضرت سبیعہ (سعیدہ: قرطبی، مظہری) بنت حارث بھی آن پہنچیں۔ ان کا کافر شوہر انھیں لینے پہنچا تو انھیں نہ لوٹایا گیا، کیونکہ تب تک دار اسلام میں پناہ لینے والی مسلمان خواتین کے بارے میں اللہ کا یہ حکم نازل ہو چکا تھا:

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا. (الممتحنہ ۶۰: ۱۰)

”اگر تمھیں علم (ظن غالب) ہو جائے کہ (دار اسلام میں آنے والی) یہ عورتیں مومنہ ہیں تو انھیں کافروں کو مت لوٹاؤ۔ یہ ان کفار کے لیے حلال ہیں، نہ وہ کفار ان کے لیے حلال ہیں۔ اور ان کافروں نے جو مہر اور مال خرچ کیا ہو، ان کو ادا کردو۔“

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

چنانچہ حضرت سبیعہ کے شوہر کو اس کے ادا کردہ مہر کی رقم دے کر فارغ کر دیا گیا۔ اسی طرح حضرت ام کلثوم بنت عقبہ اپنے دو بھائیوں کے ساتھ مدینہ پہنچیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائیوں کو تو معاہدے کی رو سے واپس کر دیا، لیکن حضرت ام کلثوم کو روک لیا اور ان کے شوہر عمرو بن العاص کو مہر کی رقم لوٹا کر رخصت کر دیا۔

اسی سلسلۂ احکام میں فرمان الٰہی نازل ہوا: ’وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ‘، ”اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں پر قابض نہ رہو“ (الممتحنہ ۶۰: ۱۰)۔ یعنی ان کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔ چنانچہ حضرت عمر نے اپنی دو کافر بیویوں قریبہ (قرینہ یا فاطمہ) بنت ابوامیہ اور کلثوم بنت عمرو کو اور حضرت طلحہ نے اپنی زوجہ اروٰی بنت ربیعہ

کو طلاق دے دی۔ مفتی محمد شفیع کہتے ہیں: یہ طلاق قطع تعلق کے معنوں میں تھی، کیونکہ اہل ایمان کا دارالکفر میں رہنے والی کافر بیویوں سے نکاح تو اللہ کے اس ارشاد کے بعد فسخ ہو چکا تھا۔ طبرسی کہتے ہیں: کافر عورتوں میں مشرکہ اور اہل کتاب سب شامل ہیں، اس آیت کی رو سے کتابیہ عورت سے نکاح اتنا ہی حرام ہو گا، جتنا مشرکہ سے سمجھا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت چند کتب تفسیر میں بغیر سند کے بیان ہوئی ہے، جب کہ طبرسی نے اسے زہری کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ ہجرت مدینہ کے موقع پر چھ مہاجر مسلمانوں کی بیویوں نے ہجرت کرنا قبول نہ کیا، بلکہ انھوں نے مشرکین کی صف میں شامل ہونا مناسب سمجھا۔ ابوسفیان کی بیٹی ام حکم جو حضرت عیاض بن شداد سے بیاہی ہوئی تھی، حضرت ام سلمہ کی بہن فاطمہ بنت امیہ جو حضرت عمر کی زوجیت میں تھی، حضرت عمر کی دوسری بیوی کلثوم بنت جرول، بروع بنت عقبہ جو حضرت شماس کے عقد میں تھی، حضرت عمرو بن عبدود کی بیوی عزہ بنت عبدالعزیز (یا عبدہ بنت عبدالعزیٰ) اور حضرت ہشام بن العاص کی زوجہ ہند بنت ابوجہل (الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، ابو اسحٰق ثعلبی۔ معالم التنزیل، بغوی۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، زمخشری۔ مجمع البیان فی تفسیر القرآن، طبرسی)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اولاد

حضرت ام حبیب بنت سعید سے حضرت شماس کے بیٹے عبداللہ اور بیٹی ام حبیب کی پیدایش ہوئی۔ یہ دونوں لاولد فوت ہوئے، اس لیے حضرت شماس کا سلسلۂ نسل منقطع ہو گیا۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن اسحٰق)، السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، انساب الاشراف (بلاذری)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، اصحاب بدر (قاضی سلیمان منصورپوری)، Wikipedia۔